37

تراجم قرآن کریم
اور دوسرے تبلیغی لٹریچر کے اخراجات کا اندازہ

(فرمودہ 27/اکتوبر 1944ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

"گزشتہ جمعہ کے خطبہ میں مَیں نے جو تحریک کی تھی مَیں امید کر رہا تھا کہ اس کے متعلق اس جمعہ کے خطبہ میں بعض اَور امور مفصّل بیان کروں گا مگر اللہ تعالیٰ کی مشیّت کے ماتحت اِس قسم کے حالات پیدا ہو گئے ہیں کہ مَیں مفصّل طور پر ان کو بیان نہیں کر سکتا۔ کل کا واقعہ ہے مَیں قرآن شریف کے نوٹ ٹھیک کرا رہا تھا، مولوی نورالحق صاحب آئے ہوئے تھے۔ ان نوٹوں میں ایک سوال تھا جس کے جواب کے لیے کتاب سے حوالہ دیکھنے کی ضرورت تھی۔ میں نے کہا ابھی کتاب نکال کر یہ حوالہ دیکھنا چاہیے۔ چنانچہ مَیں اُٹھ کر اپنی لائبریری میں گیا۔ کتابوں کی الماری کے اوپر ایک لکڑی کی بنی ہوئی جھالر تھی جو الماری کو خوبصورت بنانے کے لیے اوپر لگائی ہوئی ہوتی ہے۔ جھاڑنے اور صفائی کرنے سے وہ کہیں اپنی جگہ سے ہل گئی ہوئی تھی۔ مَیں نے جب الماری کھولنے کے لیے اُس کا دروازہ اپنی طرف کھینچا تو کھینچنے کے

ساتھ ہی وہ جھالر گر کر میرے سر پر آپڑی جس کی وجہ سے سر میں چوٹ آئی اور ورم ہو گیا۔ اس کی وجہ سے رات کو بخار بھی ہو گیا۔ پس وہ لمبی تفصیل تو مشکل ہے کیونکہ چوٹ کے اثر سے اب بھی سر میں درد ہو رہا ہے۔ آج اگر خدا نے توفیق دی تو گزشتہ طریق کے مطابق مغرب کی نماز کے بعد مسجد میں بھی بیٹھنے کا بھی ارادہ ہے۔ لیکن اگر طبیعت زیادہ خراب ہو گئی تو پھر آج بھی بیٹھنا مشکل ہو گا۔ اس صورت میں اگر خدا تعالیٰ نے فضل کیا تو اِنْشَاءَ اللّٰہُ کل سے بیٹھوں گا۔

مَیں نے پچھلے خطبہ میں جو مضمون بیان کیا تھا اُس کے کئی پہلو ابھی باقی ہیں۔ لیکن ان پہلوؤں کے بیان کرنے کے لیے جتنی تفسیر اور جتنی وضاحت کی ضرورت ہے میری حالت جیسا کہ مَیں بیان کر چکا ہوں ایسی ہے کہ شاید مَیں اُتنی تفسیر اور اُتنی وضاحت نہ کر سکوں۔ تاہم گزشتہ مضمون کا تسلسل قائم رکھنا چونکہ ضروری ہے اِس لیے اس مضمون کے متعلق اختصار کے ساتھ کچھ باتیں بیان کر دیتا ہوں۔ مَیں نے گزشتہ خطبہ میں بیان کیا تھا کہ اب چونکہ جنگ ختم ہونے والی ہے اور ایسے آثار ظاہر ہو رہے ہیں کہ چھ ماہ یا سال کے اندر اندر یا سال سے کچھ کم یعنی سات آٹھ ماہ کے اندر جنگ ختم ہو جائے گی اور پھر اس کے بعد چھ ماہ یا سال تک گویا آج سے ڈیڑھ سال یا دو سال کے عرصہ تک آمد و رفت کے رستے کُھل جائیں گے اور مبلغین باہر جاسکیں گے۔ اس لیے ہمیں آج ہی سے تیاری کرنا چاہیے۔ کچھ تیاری تو پچھلے پانچ سال میں ہم نے کی ہے اور ایسے مبلغ تیار کیے ہیں جو خدا کے فضل و کرم سے غیر ممالک میں جا کر تبلیغ کر سکتے ہیں۔ اِس سے میری مراد یہ ہے کہ اکثر عربی اور بعض انگریزی میں اچھے ماہر ہیں اور اِن دو زبانوں والے ممالک میں وہ اچھی طرح کام کر سکتے ہیں۔ عربی کے ذریعہ اسلامی ممالک میں تبلیغ ہو سکتی ہے اور بہت سے ممالک میں انگریزی کے ذریعہ تبلیغ ہو سکتی ہے۔ کیونکہ یہ زبان اکثر یورپین ممالک میں پھیلی ہوئی ہے اور لوگ اِس کو بولتے اور سمجھتے ہیں۔

باقی سات زبانوں کے جاننے والے ابھی ہماری جماعت میں پیدا نہیں ہوئے۔ اگر کوئی ہیں تو بہت کم یا ایسے ماہر نہیں کہ ان زبانوں میں پوری طرح قابل ہوں اور اپنے لٹریچر کا ان زبانوں میں ترجمہ کر سکیں۔ سوائے دو چار کے مثلاً ملک محمد شریف صاحب اٹلی میں ہیں۔

انہوں نے وہاں شادی بھی کرلی ہے۔ اگر ان کی شادی ہمارے پروگرام میں روک نہ بن سکے یعنی مزید تعلیم حاصل کرنے میں حارج نہ ہو کیونکہ ان کی عربی تعلیم ابھی کم ہے تو اس صورت میں وہ اٹالین زبان کو جاننے والے ہوں گے۔ دوسرے مولوی رمضان علی صاحب ساؤتھ امریکہ میں ہیں۔ ممکن ہے اِس وقت تک پرتگیزی یا سپینش زبان انہوں نے سیکھ لی ہو اور وہ اِس قابل ہو چکے ہوں کہ ان زبانوں میں تبلیغ کا کام کر سکیں۔ تیسرے صوفی عبدالقدیر صاحب جاپان میں رہ آئے ہیں۔ مزید کوشش کے بعد وہ جاپانی زبان میں مہارت پیدا کر سکتے ہیں۔ باقی زبانوں کے جاننے والے ہماری جماعت میں کوئی نہیں۔ ہماری جماعت میں بعض جرمن زبان جانتے ہیں لیکن صرف اِتنی کہ کتابیں پڑھ سکیں۔ یہ نہیں کہ اِس زبان میں کتابیں لکھ سکیں یا ترجمہ کر سکیں یا اس زبان میں تقریریں کر سکیں۔ مگر بہرحال خدا کے فضل سے گزارہ کے لیے ہمارے پاس ایسے آدمی تیار ہو گئے ہیں اور ہو رہے ہیں جو عربی اور انگریزی جاننے والے ممالک میں تبلیغ کا کام کر سکیں۔ انگریزی زبان یورپ کے قریباً ہر ملک میں استعمال ہوتی ہے اور ہر ملک میں لاکھوں آدمی یہ زبان بولتے اور جانتے ہیں۔ اِس زبان کے ذریعہ یورپین ممالک میں کام شروع ہو سکتا ہے۔ اِسی طرح اسلامی ممالک میں عربی اور فارسی جاننے والے مبلغ کام کر سکتے ہیں۔ باوجود وہاں کی لوکل زبان نہ جاننے کے وہاں کام شروع ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اسلامی ممالک کا بیشتر حصہ عربی اور فارسی سمجھتا اور جانتا ہے۔ پھر دو تین سال وہاں رہنے سے مبلغین وہاں کی لوکل زبان بھی سیکھ لیں گے۔ پس جہاں تک مبلّغوں کی تیاری کا سوال ہے ہم نے خدا کے فضل سے ابتدائی تیاری کر لی ہے۔ اِس وقت تک جو واقفین ہم نے لیے ہیں وہ ساٹھ کے قریب ہیں جن میں سے کچھ تو دفاتر میں کام کرنے کے لیے ہیں اور کچھ باہر تبلیغ کی خاطر بھیجنے کے لیے۔ گو یہ تعداد کافی نہیں ہمیں بہت زیادہ مبلغین کی ضرورت ہے۔ مگر بہرحال اِس سے کام شروع کیا جاسکتا ہے۔ روپیہ کا سوال اِس حد تک حل ہو چکا ہے کہ وہ روپیہ مرکزی اور دفتری کاموں کا بوجھ اٹھا سکے۔ لیکن مبلّغین کے لیے لٹریچر مہیا کرنے اور دوسری تبلیغی ضروریات پورا کرنے کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا۔ تحریک جدید کے گزشتہ دَور میں دس پندرہ لاکھ کا ریزرو فنڈ قائم ہوا ہے۔ یہ فنڈ ایسا ہے جس میں وہ روپیہ بھی شامل ہے جو جائیداد کی

صورت میں ہے بلکہ یہ تمام ریزرو فنڈ جائیداد کی صورت میں ہی ہے۔ پس یہ فنڈ اِس حد تک تعاون کر سکتا ہے کہ دفتری اور مرکزی کام کا بوجھ اٹھا سکے اور یہ بوجھ جماعت پر نہ پڑے۔ لیکن مبلغین کی دوسری تمام ضروریات کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ ممکن ہے تحریک جدید کے آئندہ دَوروں کے ذریعہ یہ فنڈ اِس حد تک بھی ہو جائے کہ تبلیغ کے لیے لٹریچر مہیا کرنے اور مبلغوں کے اخراجات کی برداشت کر سکے مگر اِس وقت تک جو ریزرو فنڈ قائم ہو رہا ہے وہ اس کی برداشت نہیں کر سکتا۔ البتہ اِس کے ذریعہ غیر ممالک میں تبلیغ کی ابتدا کی جا سکتی ہے۔ وسیع پیمانہ پر تبلیغ کے لیے بھاری فنڈ کی ضرورت ہے جو مبلغین کی تبلیغی ضروریات پورا کر سکے اور کتب رسالے وغیرہ کثرت سے لٹریچر شائع کرنے کا بوجھ اٹھا سکے۔

پچھلے جمعہ مَیں نے جو خطبہ دیا تھا اُس میں مَیں نے جماعت کے سامنے ایک سکیم یہ پیش کی تھی کہ ہمیں فوری طور پر آٹھ زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم کی ضرورت ہے اور مَیں نے بتایا تھا کہ خدا کے فضل سے یہ کام شروع ہو چکا ہے۔ انگریزی ترجمہ تو مکمل ہو گیا ہے جو دو جلدوں میں اِنْشَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی شائع ہو گا۔ پہلی جلد چھپ رہی ہے جس کے مجلس شورٰی تک شائع کر دینے کا پریس والوں نے وعدہ کیا ہے۔ دوسری جلد کے تفسیری نوٹوں کی مَیں اپنی ہدایات کے مطابق اصلاح کرا رہا ہوں۔ وہ بھی اِنْشَاءَ اللّٰہُ جلدی مکمل ہو جائے گی۔ باقی سات اَور زبانوں میں تراجم کی ضرورت ہے۔ اور مَیں نے بتایا تھا کہ ان ساتوں زبانوں میں تراجم شروع ہو چکے ہیں۔ یعنی روسی، جرمن، فرانسیسی، اطالین، ڈچ، پرتگیزی اور سپینش زبانوں میں۔ ہمیں یقین دلایا گیا ہے کہ یہ تراجم غالباً جون یا جولائی 1945ء تک مکمل ہو جائیں گے۔ اِس کے بعد کچھ وقت نظر ثانی پر بھی لگے گا۔ اِس لیے جنگ کے خاتمہ تک تراجم اِنْشَاءَ اللّٰہُ بالکل تیار ہو جائیں گے۔ پھر چھپوائی پر بھی کچھ وقت لگے گا۔ مَیں نے تراجم کے خرچ کا اندازہ بتایا تھا کہ فی ترجمہ اگر چھ ہزار روپیہ اوسط لگا لیں تو سات تراجم کے لیے بیالیس ہزار روپیہ کا اندازہ ہے۔ اِس بارہ میں یاد رکھنا چاہیے کہ تراجم کے کرنے کا وعدہ سات جماعتوں یا افراد کی طرف سے آ چکا ہے (1) میری طرف سے (2، 3) لجنہ اماء اللہ کی طرف سے (4، 5) قادیان و کارکنان صدر انجمن کی طرف سے (6) سر محمد ظفر اللہ خان صاحب

اور ان کے بعض دوستوں کی طرف سے (7) میاں غلام محمد صاحب اختر اور ان کے دوستوں کی طرف سے یا لاہور کی جماعت کی طرف سے ان دو امیدواروں کی نسبت بعد میں فیصلہ ہو گا کہ کسے حق دیا جائے۔ اِس کے علاوہ کلکتہ کی جماعت کی طرف سے اور میاں محمد صدیق اور محمد یوسف صاحبان تاجران کلکتہ کی طرف سے۔ بَعْدَہٗ ملک عبدالرحمان صاحب مِل اونر قصور اور سیٹھ عبداللہ بھائی صاحب سکندر آباد کی طرف سے بھی ایک ایک ترجمہ کے خرچ کا وعدہ آچکا ہے۔ جَزَاھُمُ اللّٰہُ اَحْسَنَ الْجَزَاءِ لیکن اب یہ مد ختم ہو چکی ہے۔ اِس وجہ سے پانچ وعدے شکریہ کے ساتھ واپس کرنے ہوں گے۔

اِس کے بعد چھپوائی کا سوال ہے۔ مَیں نے بتایا تھا کہ اگر ایک ترجمہ کی چھپوائی کا اندازہ پندرہ ہزار روپیہ اوسطاً لگا لیں تو سات تراجم کی چھپوائی پر ایک لاکھ پانچ ہزار روپیہ خرچ آئے گا۔ گویا تراجم کا خرچ شامل کر کے ساتوں کی مکمل اشاعت پر ایک لاکھ سینتالیس ہزار روپیہ خرچ آئے گا اور اگر جِلد بندی وغیرہ کا خرچ بھی تیرہ چودہ ہزار روپیہ شمار کر لیا جائے تو ایک لاکھ ساٹھ ہزار روپیہ بنتا ہے۔ قرآن مجید کے تراجم کے علاوہ مَیں نے بتایا تھا کہ مختلف مسائل کی کتابوں کا ایک سیٹ ہونا چاہیے اور یہ سیٹ میں نے بارہ بارہ کتابوں کا تجویز کی تھا۔ پس ساتوں زبانوں کی چوراسی کتابیں بنتی ہیں۔

آج مَیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اِن پر کتنا خرچ ہو گا۔ انگریزی اور عربی کے لیے ترجمہ کے خرچ کی ضرورت نہیں۔ صرف سات زبانوں میں ترجمہ کے خرچ کی ضرورت ہے۔ پس اِن چوراسی کتابوں کا اگر ایک ہزار روپیہ اوسطاً فی کتاب ترجمہ کا خرچ لگا لیں تو چوراسی ہزار روپیہ بنتا ہے اور اگر ایک ایک روپیہ اوسطاً فی کتاب جِلد بندی سمیت لاگت شمار کر لیں تو اِس کے یہ معنے ہوئے کہ ایک زبان میں ایک کتاب کی پانچ ہزار کاپیاں چھپوانے پر پانچ ہزار روپیہ خرچ ہو گا اور ایک زبان میں بارہ کتابیں پانچ پانچ ہزار چھپوانے پر ساٹھ ہزار روپیہ لگے گا اور ساتوں زبانوں میں بارہ بارہ کتابوں کا سیٹ چھپوانے پر چار لاکھ بیس ہزار روپیہ خرچ آئے گا۔ انگریزی اور عربی زبانوں میں بارہ بارہ کتب کے سیٹ کے چھپوانے پر مزید ایک لاکھ بیس ہزار روپیہ خرچ آئے گا۔ اِس میں چوراسی ہزار روپیہ کتابوں کے تراجم کا خرچ شامل کیا جائے

تو کُل خرچ کتب کے ترجمہ اور چھپوائی پر چھ لاکھ چوبیس ہزار ہوتا ہے۔ اِس میں ایک لاکھ ساٹھ ہزار روپیہ قرآن مجید کے تراجم کا بھی شمار کر لیا جائے تو سات لاکھ اٹھاسی ہزار روپیہ کی رقم بنتی ہے۔ اور جیسا کہ مَیں نے بتایا تھا مختلف قسم کے ٹریکٹوں اور اشتہارات کی بھی ان زبانوں میں ضرورت ہے۔ اگر چالیس ہزار روپیہ اشتہارات کا خرچ بھی شامل کر لیا جائے تو یہ آٹھ لاکھ چوبیس ہزار روپیہ کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ اور اگر خط و کتابت تاریں اور دوسرے فوری اخراجات کو شامل کر لیا جائے تو یوں سمجھنا چاہیے کہ اِس سارے کام کے لیے ساڑھے آٹھ لاکھ روپیہ کی ضرورت ہے۔ اِتنی رقم ہمارے پاس ہونی چاہیے تا کہ ہم کام کی ابتدا کر سکیں۔ جس طرح فوجوں کے لیے میگزین مہیا کیا جاتا ہے اسی طرح ہمارے لیے بھی دنیا میں تبلیغ کی ابتدا کرنے کے لیے اِس میگزین کی ضرورت ہے۔ پس ہمیں یہ روپیہ مہیا کرنا ہو گا تا کہ جنگ کے خاتمہ پر ہم تیار ہوں اور مبلغین کو باہر بھیج سکیں۔

اس کے علاوہ جماعت کے نظام کو مکمل کرنے اور مضبوط بنانے کے لیے مجلس شوریٰ کے موقع پر مَیں نے تحریک کی تھی کہ انجمن کا کام بڑھ رہا ہے۔ اِس کے لیے بہت سے زائد عملہ کی اب ضرورت ہے۔ چنانچہ بہت سے نائب ناظر اور معاون ناظر اور کلرکوں کی جگہ بجٹ میں رکھی گئی تھی۔ اِس بڑھے ہوئے خرچ کے چلانے کے لیے بہت سے زائد روپیہ کی بھی ضرورت ہو گی اور تنگی کے زمانوں کے لیے ایک بڑے ریزرو فنڈ کی بھی۔ اِس وقت جنگ کی وجہ سے ہمارے بہت سے آدمی اچھے کاموں اور اچھی تنخواہوں پر لگے ہوئے ہیں۔ پس اگر یہ کام اِس وقت نہ ہوا تو جنگ کے خاتمہ پر اِس کا ہونا بہت مشکل ہو گا۔ جنگ کے بعد اگر جماعت کے چندہ کا یہی معیار قائم رہا جو اِس وقت ہے تو یقیناً یہ بات خطرناک ہو گی کیونکہ جنگ کے بعد بہت سے لوگ جو اِس وقت چندہ دے رہے ہیں ملازمتوں سے برخواست کر دیے جائیں گے۔ مثلاً اِس وقت فوج میں ہمارے دو سو کے قریب آدمی کنگز کمیشن حاصل کیے ہوئے ہیں جو اِس وقت پانچ سو سے آٹھ سو تک تنخواہیں لے رہے ہیں۔ اگر ہم دو سو کی بجائے ایسے ڈیڑھ سو آدمی شمار کر لیں اور ہر ایک کی تنخواہ اوسطاً چھ سو روپیہ سمجھ لیں تو یہ نوے ہزار روپیہ ماہوار کی آمدنی بنتی ہے۔ اگر یہ سمجھ لیا جائے کہ ان کی وصایا نہیں ہیں اور عام چندے دیتے ہیں تب

بھی سترّ ہزار روپیہ کے قریب اِن کا سالانہ چندہ بن جاتا ہے۔ یہ چندہ صرف ان ملازموں کا بنتا ہے جو کنگز کمیشن حاصل کردہ ہیں۔ اس کے علاوہ کئی ایسے ہیں جو وائسرائے کے کمیشن پر فائز ہیں۔ مثلاً صوبیدار جمعدار وغیرہ ہیں۔ پھر ہزاروں کی تعداد میں فوج کے عام ملازم ہیں۔ اِن سب کو ملا کر کوئی پونے دو لاکھ کی رقم چندہ کی بنتی ہے جو سالانہ صدر انجمن میں آنی چاہیے اور غالباً اِس کے قریب آتی ہوگی (یہ مَیں نہیں کہہ سکتا کہ اس قدر آتی بھی ہے یا نہیں)۔ یہ لوگ سوائے اِس کے جو مستقل ہیں سارے ایسے ہیں کہ جنگ کے بعد فارغ ہو کر واپس آ جائیں گے اور جو اس وقت پانچ چھ سو روپیہ ماہوار لیتے ہیں۔ ہمارے ملک کی تنخواہوں کے لحاظ سے وہ ساٹھ سترّ روپے ماہوار لے سکیں گے۔ اور جو اِس وقت سو سو روپیہ ماہوار لے رہے ہیں وہ پچیس تیس روپے ماہوار لے سکیں گے۔ بشرطیکہ کام مل جائے۔ بہت سارا طبقہ ایسا بھی ہوتا ہے جسے کام نہیں ملتا۔ تو اِس کا مطلب یہ ہوگا کہ بجائے پونے دو لاکھ روپیہ سالانہ آمد کے جو اِس وقت براہ راست یا ان کے رشتہ داروں کے ذریعہ ان لوگوں کی طرف سے ہمیں ہوتی ہے زیادہ سے زیادہ تیس چالیس ہزار روپیہ کی آمد رہ جائیگی اور باقی ایک لاکھ چالیس ہزار روپیہ یا ایک لاکھ تیس ہزار روپیہ کی آمد خطرے میں پڑ جائے گی۔ ممکن ہے خدا تعالیٰ ان کے لیے ایسا سامان کر دے کہ وہ اچھی کمائیاں کر سکیں۔ مگر پھر بھی حساب کا طریق یہی ہے کہ حساب کرتے وقت خطرے کو زیادہ سے زیادہ مد نظر رکھا جاتا ہے اور حُسنِ ظنی کو کم ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ جہاں افراد کے متعلق یہ طریق ہے کہ حُسنِ ظنی سے زیادہ سے زیادہ کام لیا جائے وہاں حساب کے معاملات میں یہ طریق ہے کہ حُسنِ ظنی کو نظر انداز کر کے خطرے کے پہلو کو مد نظر رکھا جائے۔ اِسی طرح دوسری آمدنیوں کی طرف ہم دیکھتے ہیں تو جنگ کے بعد وہ بھی بظاہر کم ہو جائیں گی۔ زمینداروں کی آمد اِس جنگ میں زیادہ ہے مگر افسوس ہے کہ انہوں نے اِس جنگ میں اتنی قربانی نہیں کی جتنی گزشتہ جنگ کے موقع پر کی تھی۔ اِس لیے زمینداروں کے لحاظ سے اِتنا خطرہ نہیں۔ مگر تاجروں کے لحاظ سے زیادہ خطرہ ہے۔ کیونکہ تاجروں نے گو پورا حصہ نہیں لیا مگر جتنا لیا ہے وہ پچھلی جنگ کی نسبت سے بہت زیادہ ہے۔ پس اگر تاجروں اور زمینداروں دونوں کو شامل کر لیا جائے تو کُل دو تین لاکھ کی آمد خطرے میں پڑ جائے گی۔ اِس وقت اگر

کُل چندہ کی آمد سات لاکھ ہے تو جنگ کے بعد پانچ لاکھ یا چار لاکھ رہ جائے گی۔ گو میرا اندازہ ہے کہ اگر محکمہ بیت المال زور دے تو موجودہ آمد زیادہ ہو سکتی ہے اور اگر وہ محنت کرے تو جنگ کے ایام میں ایک بڑا ریزرو فنڈ جمع کر لینے کے علاوہ وہ انجمن کا معمولی چندہ بھی اتنا زیادہ کر سکتا ہے کہ ریزرو فنڈ کی مدد لینے کی ضرورت ہی کبھی نہ پیش آئے۔ بہرحال خطرے کا موقع آرہا ہے۔ اگر ہم آج سے ہی اس کا مقابلہ کرنے کا عزم اور ارادہ پیدا نہ کریں تو نئی سکیموں پر عمل کرنا تو ایک طرف رہا پرانے کاموں کا چلانا بھی مشکل ہو گا۔

مَیں نے وقف جائیداد کی تحریک کی تھی اِس وقت تک جو جائدادیں وقف ہو چکی ہیں وہ ساٹھ لاکھ روپیہ کی ہیں۔ ابھی پانچ چھ سو آدمی ایسے بھی ہیں جنہوں نے وقف جائیداد کے فارم نہیں بھجوائے۔ ان کو شامل کر کے ایک کروڑ روپیہ کی جائدادیں وقف ہو چکی ہیں اور صحیح حسابی نقطۂ نگاہ سے سوا کروڑ روپیہ کی۔ کیونکہ کچھ آمدنیاں بھی وقف ہیں اور ہم نے ان کو اتنا ہی شمار کیا ہے جتنی کہ آمدنی ہے۔ حالانکہ جائیداد اور آمدنی میں فرق ہے۔ جائیداد سے اُس کی مالیت کا بیسواں حصہ آمدنی ہوتی ہے۔ سو روپیہ کی جائیداد ہو تو اس سے پانچ روپیہ کی آمد درست سمجھی جاتی ہے۔ پس اِس کے برخلاف اگر پانچ روپیہ کی آمد وقف ہو تو اِس کا مطلب یہ ہے کہ ایک سو روپیہ کی جائیداد وقف ہو گئی۔ چونکہ ایک لاکھ تیس ہزار روپیہ کی آمد وقف ہو چکی ہے اِس لیے حسابی لحاظ سے ہم کہیں گے کہ چھبیس لاکھ روپیہ کی جائیداد وقف ہو گئی ہے۔ اِس حساب سے بجائے نوے لاکھ کے ایک کروڑ سترہ لاکھ کی جائیداد وقف ہو چکی ہے۔ ابھی جماعت میں بہت سا حصہ باقی ہے اگر وہ بھی اِس امر کو سمجھیں کہ یہ چیز بہت ضروری ہے تو یہ وقفِ جائیداد کا فنڈ بہت زیادہ بڑھ سکتا ہے۔ زمیندار طبقہ نے اِس طرف بہت کم توجہ کی ہے۔ اس وقت تک جس قسم کے لوگوں نے سوا کروڑ روپیہ کی جائیدادیں وقف کی ہیں ان کے مقابلہ میں صرف سرگودھا، لائل پور اور منٹگمری کے علاقوں میں ایک کروڑ روپیہ کی جائیدادیں وقف ہو سکتی ہیں۔ بہرحال اِس وقت تک ایک کروڑ سترہ لاکھ روپیہ کی جائیدادیں وقف ہو چکی ہیں۔ اگر کسی وقت ہم اس کے پانچ فیصدی کا مطالبہ کریں تو اس کے معنے ہیں سَوا چھ لاکھ یا اس سے زیادہ روپیہ ہم ضرورت کے وقت مہیا کر سکتے ہیں۔ اور اگر

وقف جائیداد کی تحریک مکمل ہو جائے اور جن لوگوں نے ابھی تک اِس میں حصہ نہیں لیا وہ بھی حصہ لیں تو پھر اِس روپیہ کی مقدار جسے ہم ضرورت کے وقت مہیا کر سکتے ہیں اَور بھی بڑھ جائے گی۔ لیکن جیسا کہ مَیں پہلے بھی کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں۔ یہ آخری حد اور ہماری آخری خندق ہوگی۔ اِس سے پہلے ہم اپنا سارا زور لگا دیں گے کہ طوعی چندہ سے سلسلہ کی ضرورتیں پوری ہوں۔ وقف جائیداد کی سکیم ہماری آخری خندق ہے مگر یہ ایسی چیز ہے اور ایسی شاندار خندق ہے کہ اِس کی وجہ سے کام کرنے والوں کی ہمتیں بڑھ جاتی ہیں اور حوصلے بلند ہو جاتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں جب کوئی صورت نہ رہے گی تو ہمارے پاس ایک ایسی چیز موجود ہے جس سے کام کی ضرورت کے مطابق ہم روپیہ لے سکتے ہیں۔ اِس وقت تک ساری جماعت نے اس کی اہمیت کو نہیں سمجھا۔ اِس وقت تک صرف سولہ سو کے قریب آدمیوں نے وقف جائیداد کی تحریک میں حصہ لیا ہے اور یہ قریباً سَوا کروڑ روپیہ کا وقف صرف سولہ سو آدمیوں کی جائیدادوں اور آمدنیوں کے وقف سے قائم ہوا ہے۔ اگر جماعت کے باقی افراد بھی اس کی اہمیت کو سمجھیں اور اس تحریک میں حصہ لیں۔ بلکہ اگر صرف پانچ چھ ہزار آدمی ہی اِس تحریک میں حصہ لیں تو یہ تحریک بہت مضبوط ہو سکتی ہے اور اِس وقت تک جتنی جائیدادیں وقف ہو چکی ہیں اگر ہم ان وقف کرنے والوں کی جائیدادوں کی قیمت موجودہ واقفین کی جائیداد کی قیمت سے نصف بھی لگا لیں تو بھی موجودہ وقف شدہ جائیدادیں ملا کر اڑھائی کروڑ روپیہ کا وقف ہو جائے گا۔ بلکہ اِس سے بھی زیادہ۔ جس کے یہ معنے ہیں کہ اگر ہم اڑھائی کروڑ روپیہ کی وقف شدہ جائیدادوں پر صرف پانچ فیصدی کا مطالبہ کریں تو بارہ تیرہ لاکھ روپیہ کی آمدنی چندماہ میں ہو سکتی ہے۔

پس اگر ہم دنیا میں وسیع پیمانہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں اور ایسے رنگ میں تبلیغ کرنا چاہتے ہیں جو دنیا میں ہیجان پیدا کر دے تو اس کے لیے نہایت ضروری ہے کہ ہمارے پاس کوئی ایسی چیز ہو جس کے ذریعہ ہم فوری ضرورت کو پورا کر سکیں۔ ممکن ہے کسی ملک میں ایسا جوش پیدا ہو جائے کہ وہاں پر بہت سے مبلّغین بھیجنے پڑیں اور ہمیں مبلغین کی تعداد اور خرچ کو بڑھانا پڑے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں ایک موقع پر اکٹھے چالیس مبلغ ایک

قبیلہ کے لیے بھیجنے پڑے۔1 حالانکہ اُس وقت صرف ہزاروں کی جماعت تھی اور محدود سلسلہ تھا۔ مگر ایک قبیلہ کے لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے چالیس مبلغ بھیجے۔ ایک دوسرے موقع پر آپ نے ایک جگہ ستّر مبلغ بھیجے۔2 اِسی طرح ممکن ہے ہمیں بھی زیادہ مبلغین بھیجنے کی ضرورت پڑے۔ ممکن ہے روس میں ہماری تبلیغ سننے کا جوش پیدا ہو جائے یا امریکہ میں جوش پیدا ہو جائے یا جرمنی میں جوش پیدا ہو جائے یا سپین میں جوش پیدا ہو جائے۔ اگر ہم وقت پر ان کے جوشوں کو نہیں سنبھالیں گے تو وہ ٹھنڈے ہو جائیں گے۔ اور اگر سنبھالیں گے تو کسے معلوم ہے کہ دو ہزار مبلغوں تک کی ضرورت یک دم پیش نہ آجائے۔ اگر ایسا ہوا تو ہمیں ان کے اخراجات کے لیے بہت سے روپیہ کی ضرورت پڑے گی۔ اگر ہم لٹریچر وغیرہ ملا کر ایک مبلغ کا خرچ تین ہزار روپیہ اوسطاً لگالیں تو ہمیں دو ہزار مبلغین کے لیے ساٹھ لاکھ روپیہ کی ضرورت پڑے گی۔

پس جماعت کو اپنے اندر بیداری پیدا کرنا چاہیے اور آنے والی ضرورت کو آج ہی محسوس کر کے اُس کے لیے سامان مہیا کرنے کی کوشش کرنا چاہیے۔ دوسری طرف تبلیغ پر بھی ہمیں زور دینے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ اِس وقت ہماری تعداد بہت کم ہے اور جتنا وسیع ہمارا کام ہے اُتنی بنیاد نہیں۔ عمارت بنانے میں سب سے زیادہ جس چیز کا خیال رکھا جاتا ہے وہ بنیاد ہے۔ بنیاد جتنی مضبوط ہو گی اور اُس میں جتنی روڑی کُوٹی جائے گی عمارت بھی اُتنی ہی مضبوط ہو گی اور بلند جا سکے گی۔ دین کی جو عمارت بنے گی اُس میں ہماری حیثیت روڑی کی ہے اور ہمارا مقام روڑی کا ہے۔ اِس لیے ہماری جتنی کُوٹائی ہو گی ہم پر بننے والی عمارت اُتنی ہی مضبوط ہو گی۔ اِس منارۃ المسیح کی بنیاد 30 فٹ کھود کر اِس میں کوٹائی کی گئی تھی۔ مَیں اُس وقت بچہ تھا۔ مَیں اِس قدر گہرے گڑھے کو ایک بے ہودہ کام سمجھتا تھا اور حیران ہوتا تھا کہ عمارت کے لیے اِتنا گہرا گڑھا کھودنے کی کیا ضرورت ہے۔ عمارت تو آپ اپنی طاقت سے کھڑی ہو گی۔ مگر جب بڑے ہو کر عمارت کے فن سے کچھ واقف ہوا تو معلوم ہوا کہ زمین ہی عمارت کا بوجھ اٹھاتی ہے اور اس کی بنیاد کو جتنا گہرا کھودا جائے گا اور جتنی مضبوط کوٹائی کی جائے گی اُتنی ہی عمارت بھی مضبوط بنے گی۔ اور اِس میں کوئی شبہ نہیں کہ بڑی سے بڑی عمارت کا قیمتی حصہ وہ روڑی

ہوتی ہے جو اس کی بنیادوں میں کُوٹی جاتی ہے۔ صحابہؓ کی روڑی اور اس کی کوٹائی اِتنی مضبوط تھی کہ تیرہ سو سال تک کام دیتی رہی اور اس پر مضبوط عمارت قائم ہوئی۔ پس جتنی زیادہ گہری بنیاد ہوگی اور اس میں جتنی زیادہ روڑی کوٹی جائے گی اتنی ہی وہ عمارت مضبوط بنے گی۔ لیکن اگر اُس عمارت کی بنیاد کے لیے دس ہزار بورے روڑی کی ضرورت ہو اور ہم اُس میں ڈالیں ایک ہزار بورا۔ تو عمارت کی بنیاد کبھی مضبوط نہیں ہوگی۔ جب تک کہ اُس کے لیے ہم دس ہزار بورے مہیانہ کریں۔ اس زمانہ میں ہم نے اسلام کی عمارت کے لیے اِس کی ضرورت کے مطابق روڑی بھی مہیا نہیں کی۔ جس کا سب سے پہلے مہیا کرنا ضروری ہے۔ اگر ہم نے اِس روڑی کو مہیانہ کیا تو ہمارا کامیابی حاصل کرنے کا زمانہ پانچ دس گُنا اَور لمبا ہو جائے گا اور اُس وقت تک ہم کامیاب نہیں ہوں گے جب تک زیادہ کوٹائی نہ ہولے اور مضبوط بنیاد کا کام دینے والی بنیاد تیار نہ ہو۔

پس ایک تو اِس بات کی ضرورت ہے کہ جماعت پورے زور کے ساتھ تبلیغ کی طرف توجہ کرے اور اپنی تعداد کو بڑھائے اور دوسرے اِس بات کی ضرورت ہے کہ وقفِ جائیداد کی تحریک میں زیادہ سے زیادہ آدمی حصہ لیں اور وقف کے فنڈ کو بڑھائیں۔ تیسرے اِس بات کی ضرورت ہے کہ عام چندوں کو باقاعدہ شرح کے ساتھ ادا کرنے کا انتظام کیا جائے اور بیت المال اپنی ذمہ داری کو سمجھتے ہوئے پوری کوشش کرے کہ کوئی شخص بھی پوری شرح کے ساتھ باقاعدہ چندہ ادا کرنے سے باہر نہ رہے۔ اور جو استثناء کیا جائے وہ باقاعدہ مرکز سے اجازت لے کر کیا جائے، اگر اِس کام کو پوری کوشش کرکے وسیع کیا جائے تو موجودہ آمد ڈیڑھ گُنا بڑھ سکتی ہے۔ مثلاً اِس وقت اگر سات لاکھ ہے تو کوشش کرنے سے دس گیارہ لاکھ ہو سکتی ہے۔ اگر پوری توجہ اور کوشش سے کام لیا جاتا تو جتنی آمدنی اِس وقت جنگ کے ایام میں ہو رہی ہے۔ اِتنی آمدنی جنگ سے پہلے ہو سکتی تھی اور جنگ کے ایام میں یہ آمدنی بڑھ سکتی تھی۔ میرے نزدیک اب بھی اگر بیت المال پوری کوشش سے کام کرے تو جنگ کے بعد موجودہ مدنہ صرف قائم رہ سکتی ہے بلکہ بڑھ سکتی ہے۔ اور جنگ کے بعد جس کمی کا خطرہ ہے اُس کمی کو اِس کوشش سے پورا کیا جا سکتا ہے کہ جماعتوں میں باشرح اور باقاعدہ چندہ ادا کرنے کی عادت ڈالی جائے۔

درحقیقت ہماری جماعت کے پورے حصہ کے اندر یہ احساس نہیں پایا جاتا کہ وہ باشرح چندہ دے۔ مَیں سمجھتا ہوں ہماری جماعت کا پچاس فیصدی حصہ ایسا ہے جس پر ہماری آمدنی کا انحصار ہے۔ باقی پچاس فیصدی ایسے ہیں جو یا تو بالکل چندہ ادا نہیں کرتے یا اگر کرتے ہیں تو شرح سے کم اور بے قاعدہ۔ پس اگر بیت المال اِس نظام کو مکمل کر کے باقاعدہ اور باشرح چندہ وصول کرنے کا انتظام کرے تو آمدنی بڑھ سکتی ہے اور جو جماعتیں یا افراد پہلے سے باقاعدہ اور پوری شرح سے ادا کر رہے ہیں اُن میں بھی قربانی کی روح کو مضبوط کیا جائے۔ قربانی کی روح ایمان سے بڑھتی ہے کثرتِ اسباب سے نہیں بڑھتی۔ پس جو قربانی کر رہے ہیں اُن کے اندر ایمان ہے اور جس کا ایمان جتنا جتنا بڑھتا جائے گا اُتنا اُتنا ہی اُس کے اندر قربانی کا مادہ بھی ترقی کرتا جائے گا۔

اِس کے بعد مَیں جماعت کو ایک اَور بات کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ مفصّل طور پر تو مَیں اِنْشَاءَ اللّٰہُ اگلے خطبہ میں بیان کروں گا اِس وقت صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اب وقت آگیا ہے کہ تبلیغی شعبہ کو مکمل کرنے کے لیے ہماری جماعت کے مختلف پیشہ وروں کے ادارے ہوں جن کے ذریعہ تبلیغ کے نظام کو مکمل کیا جائے۔ اب ضرورت ہے کہ ہماری جماعت کے تاجروں کی ایک انجمن ہو، صنّاعوں کی ایک انجمن ہو، مزدوروں کی ایک انجمن ہو، محکمہ تعلیم کے کارکنوں کی انجمن ہو، وکیلوں کی انجمن ہو، ڈاکٹروں کی انجمن ہو تا کہ اِس طریق سے یہ تمام ادارے وَحَیْثُ مَا کُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْھَکُمْ شَطْرَہٗ[3] کے اصول کے مطابق اپنے اپنے حلقہ میں اپنے اثر ورسوخ کو کام میں لا کر تبلیغ کر سکیں۔ وکیل وکالت کے ذریعہ اپنے اثرورسوخ کو وسیع کر کے تبلیغ کا کام کرے، ڈاکٹر اپنی ڈاکٹری کے ذریعہ جہاں جائے اسلام کی تعلیم پھیلانے کا موجب بنے، تاجر اپنی تجارت کے ذریعہ اپنا اثر و رسوخ بڑھا کر تبلیغ کا میدان پیدا کرے، صنّاع اپنی کاریگری کے ذریعہ اثر و رسوخ پیدا کر کے تبلیغ کا ذریعہ بنے۔ اِن سب پیشہ وروں کی انجمنیں ہونی چاہییں جو اس کام کو چلائیں۔ جب تک تاجر اپنی تجارت کو اِس رنگ میں بدل نہیں لیتے کہ اُن کی تجارت سے اُنہی کو فائدہ نہ ہو بلکہ اسلام اور احمدیت کی ترقی میں بھی وہ مُمِد ہو۔ جب تک صنّاع اپنے آپ کو اس رنگ میں نہیں ڈھال لیتے کہ اپنی کاریگری کے ذریعہ تبلیغ کا موجب

ہوں۔ جب تک ڈاکٹر اور وکیل اپنے آپ کو اِس رنگ میں منظم نہیں کر لیتے کہ اپنے اپنے حلقہ میں اپنے کام کے لحاظ سے اس قسم کا اثر و رسوخ پیدا کریں جو نہ صرف اُن کے لیے مفید ہو بلکہ احمدیت کی مضبوطی کا بھی موجب ہو اُس وقت تک غیروں میں ہماری تبلیغ کبھی کامیاب اور وسیع نہیں ہو سکتی۔ ایک تبلیغ عقلی اور علمی ہے اور ایک تبلیغ یہ ہے کہ عقلی دلائل کو عمل میں لا کر تبلیغ کی جائے۔ جب تک ہم علمی اور عملی دونوں کو ملا کر تبلیغ نہ کریں اُس وقت تک ہم کامیاب نہیں ہوسکتے۔ اِس کے متعلق پوری تفصیل مَیں اِنْشَاءَ اللّٰہُ آئندہ خطبہ میں بیان کروں گا۔ فِی الْحَال مَیں نے جماعت کے ان لوگوں کو اِس طرف توجہ دلائی ہے تاکہ آنے والے کام کے لیے اپنے آپ کو آمادہ کر لیں، اپنے ایمانوں کو پختہ کر لیں اور اپنے کمزوروں کو چُست کر لیں۔ پس وقفِ جائیداد کے حصہ کو مضبوط بنایا جائے تاکہ ضرورت کے وقت کارکنوں کو تسلی ہو کہ دشمن اگر ہمیں پیچھے دھکیل دے گا تو ہمارے پیچھے ایک خندق اور ایک مضبوط مورچہ موجود ہے۔ اُس پر جاکر ہم پھر دشمن کا مقابلہ کرسکتے ہیں۔ اِس وقت اِس تحریک کے صرف یہ معنی ہیں کہ جب ہمارے سارے ذرائع ختم ہو جائیں تو اُس وقت اسلام کی ضرورت کے لیے مطالبہ کرنے پر کسی اشتباہ یا دغدغہ **4** کا سوال باقی نہ رہے بلکہ اس وقت ہمارے پاس "وقف جائیداد" کا سہارا موجود ہو اور ہم وقف کرنے والوں سے مطالبہ کر سکیں کہ آپ کا وعدہ ہے کہ یہ جائیداد اسلام کی ضرورت کے لیے وقف ہے آج اسلام کو اِس کی ضرورت ہے اور اِس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے ہم آپ سے اس کا مطالبہ کرتے ہیں۔ آپ اس میں سے ہمیں اِتنا حصہ دے دیں۔ چونکہ ہر مومن جب وعدہ کرتا ہے تو اُسے پورا کرتا ہے۔ اِس لیے ہم یقین رکھیں گے کہ وہ اپنا وعدہ پورا کرے گا اور اسلام کی ضرورت پوری ہو جائے گی۔ مَیں نے اندازہ لگایا ہے کہ ایک کروڑ روپیہ کی جائیدادیں قادیان میں ہی وقف ہو سکتی ہیں۔ ایک کروڑ نہ سہی پچاس ساٹھ لاکھ روپے کی جائیدادیں تو ضرور قادیان میں وقف ہو سکتی ہیں۔ پس اگر ساری جماعت اِس کی اہمیت کو سمجھے تو "وقف جائیداد" کا اتنا بڑا فنڈ قائم ہو سکتا ہے جو بغیر فوری بوجھ کے جماعت کو مضبوط کر دے۔ اور یہ فنڈ اسلام کے مجاہدین کے لیے تسلی کا موجب

ہو گا اور وہ اس اطمینان کے ساتھ آگے بڑھیں گے کہ ہمارے پیچھے گولہ بارود بھیجنے والا ذخیرہ محفوظ ہے"۔ (الفضل 3/نومبر 1944ء)

---

1 : عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الرجیع والرعل و ذکوان الجزء السابع عشر صفحہ 174 الطبعۃ الاولیٰ 1702ء مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ بلوچستان

2 :بخاری کتاب الجهاد بَاب مَنْ يُنْكَبُ أَوْ يُطْعَنُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ

3 :البقرة:151

4 :دغدغہ:خدشہ۔کھٹکا۔تشویش۔خوف